سُوْرَةُ الْبَیِّنَة

یہ سورہ مدنی سورتوں میں سے ہے، قرآن مجید کی ترتیب میں اس کو ''سورۃ العلق'' اور ''سورۃ القدر'' کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے، سورۃ العلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا ذکر ہے، سورۃ القدر میں اس کے نزول کا تذکرہ ہے اور اس سورۃ مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ اس کتاب عظیم کے ساتھ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا کیوں ضروری تھا؟

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے کی ضرورت بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگ، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، جس کفر اور ضلالت کی حالت میں مبتلا تھے، اس سے ان کا نکلنا اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ ایسا رسول بھیجا جائے جس کا وجود اپنی رسالت پر روشن دلیل ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بلاکم وکاست اس کی اصلی اور صحیح صورت میں پیش کرے، جو کفر و باطل کی ان تمام آمیزشوں سے پاک ہو جن سے سابقہ آسمانی کتب کو آلودہ کر دیا گیا ہے اور اس کی تعلیمات ٹھیک اور درست ہوں اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کر دیا جائے۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس بات پر متفق تھے کہ سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، وہ اس کی علامات بھی جانتے تھے اور اس کے بارے میں ان کے ہاں کوئی اختلاف نہ تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کچھ ایمان لے آئے مگر اکثر نے حسد اور عداوت کا راستہ اختیار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل میں کیوں مبعوث ہوئے ہیں؟

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاء بھی آئے اور جو کتابیں بھی بھیجی گئی تھیں، انہوں نے اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ سب طریقوں کو چھوڑ کر خالص اللہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کیا جائے، نظام زکوٰۃ اور صلوٰۃ کی پابندی کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی بات کی طرف بلا رہے ہیں، لہٰذا جو لوگ اس دعوتِ حق کی پیروی کریں گے ان کے لیے ابدی راحت اور آرام کے باغات ہیں اور جو انکار کریں گے ان کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے۔

سُوۡرَةُ الۡبَیِّنَةِ

آیات:۸ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ
مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَهُمُ الۡبَیِّنَةُ(۱) رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتۡلُوۡا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً(۲) فِیۡهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ(۳) وَ مَا تَفَرَّقَ
الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَیِّنَةُ(۴) وَ
مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ حُنَفَآءَ وَ
یُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤۡتُوا الزَّکٰوةَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ
الۡقَیِّمَةِ(۵)﴾

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے انکار کی روش اختیار کی وہ اپنے کفر سے اس وقت تک باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے سامنے روشن دلیل نہ آجاتی (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول آتا جو پاک صحیفے (قرآن) پڑھ کر سناتا جن میں بالکل راست اور درست باتیں لکھی ہوتیں۔ اور اہل کتاب ٹولیوں میں نہیں بٹے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیل آگئی۔ اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اور مخلص بن کر صرف اللہ کی عبادت کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہی نہایت درست دین ہے۔

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ، رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے انکار کی روش اختیار کی وہ اپنے کفر سے اس وقت تک باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس روشن دلیل نہ آجاتی (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول آتا جو پاک صحیفے (قرآن) پڑھ کر سناتا۔

لَمْ يَكُنِ نہ تھے، لَمْ حرف نفی و جزم فعل مضارع کے شروع میں آجائے تو اس کے آخری حرف پر جزم دیتا ہے جیسا کہ يَكُنْ کی نون پر ہے (كَانَ، يَكُوْنُ، كَوْنًا) ہونا، كَفَرُوْا (جو) کافر ہوئے، جنہوں نے انکار کیا، فعل ماضی جمع مذکر غائب (كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفرًا) انکار کرنا، کفر کرنا، مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے (یہود و نصاریٰ) وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے، اس کا مفرد مُشْرِكٌ ہے، مُنْفَكِّيْنَ باز رہنے والے (کفر سے) اسم فاعل، اس کا مفرد، مُنْفَكٌّ ہے، حَتّٰى یہاں تک کہ، حرف غایت، تَاْتِيَهُمُ (تَاْتِيْ. هُمْ) آئی۔ان کے پاس (اَتى، يَأْتِيْ) آنا، تَاْتِيْ مضارع واحد مؤنث غائب، "هُمْ" ضمیر جمع مذکر غائب، اہل کتاب اور مشرکین کی طرف جاتی ہے الْبَيِّنَةُ، روشن دلیل (وہ روشن دلیل کیا ہے؟) رَسُوْلٌ (یہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، يَتْلُوْا پڑھے (تَلَا، يَتْلُوْا، تِلَاوَةً) پڑھنا، تلاوت کرنا، صُحُفًا مُّطَهَّرَةً صحیفے، پاک (پاکیزہ اوراق) صُحُفًا کا مفرد صَحِيْفَةٌ، ورق، کتاب، لکھی ہوئی بات، مُّطَهَّرَةً پاکیزہ، صُحُفًا کی صفت ہے۔

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور بتوں کے پجاری کفر و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے اور مرور زمانہ کے ساتھ ان کا کفر بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے دلیلِ واضح اور برہان قاطع آگیا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی و رسول مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی، تب انہوں نے حق کو پہچانا، اور ان میں سے کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور کچھ کفر پر ہی باقی رہے، یہاں تک کہ ان کی موت آگئی، آیت (۲) میں رسول سے مراد نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم اور ''صُحُفًا مُّطَهَّرَةً'' سے مراد قرآن کریم ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن)

﴿فِیهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ جن میں راست اور درست باتیں لکھی ہوتیں۔

فِیهَا (فِیْ. هَا) (اُن) میں۔اُن، ''ها'' کی ضمیر صحیفوں کی طرف جاتی ہے، كُتُبٌ نوشتے، احکام (لکھی ہوئی باتیں)، قَيِّمَةٌ راست، درست۔

الاستاذ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

''یعنی ان صحیفوں یا کتاب میں ایسے احکام ہوں جن میں کوئی کجی نہ ہو، حق باطل سے واضح طور پر پہچانا جاسکے۔الصّاوی کہتے ہیں ''صحف'' ایسے اوراق ہیں جن پر قرآن لکھا جاتا ہے اور ''کُتُبٌ'' سے مراد لکھے ہوئے احکام ہیں اور ''فِیهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ'' کے مفہوم میں یہ بات بھی آتی ہے کہ قرآن حکیم گزشتہ تمام آسمانی کتب کا نچوڑ ہے۔'' (صفوۃ التفاسیر)

﴿وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾

اور اہل کتاب ٹولیوں میں نہیں بٹے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیل آگئی۔

وَ اور، عاطفہ، سلسلہ کلام کو جاری رکھنے کے لیے ہے، مَا نہیں، تَفَرَّقَ تفرقہ میں پڑے (بٹ گئے) تَفَرَّقَ، یَتَفَرَّقُ تفریق پیدا کرنا، بٹ جانا، آپس میں اختلاف ہونا، ایک دوسرے سے جدا ہونا، الَّذِیْنَ اسم موصول، وہ لوگ، اُوْتُوا الْكِتٰبَ (جن کو) دی گئی کتاب (اس سے پہلے) اِلَّا مگر، حرف استثناء، مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ جو آئی ان کے پاس روشن دلیل۔

ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی لکھتے ہیں:

''اس آیہ کریمہ میں ان اہل کتاب کی زجر و توبیخ کی گئی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ اللہ نے کہا کہ اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ انہوں نے حق کو نہیں پہچانا، بلکہ حق واضح ہو جانے کے بعد انہوں نے کفر کو ترجیح دی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ تمام یہود و نصاریٰ بعثت نبوی سے پہلے خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے

رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مبعوث ہوگئے، اِس کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانے میں اختلاف کر بیٹھے، بعض لوگ ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کردیا۔ سورۃ آل عمران آیت (۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا: وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ. ''اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد، محض سرکشی اور حسد کی بنا پر اختلاف کیا۔'' (تیسیر الرحمٰن، لبیان القرآن)

﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اور مخلص بن کر صرف اللہ کی عبادت کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی نہایت درست دین ہے۔

وَ عاطفہ، مَآ نافیہ، اُمِرُوْٓا حکم دیا گیا تھا ان کو (اہل کتاب کو) فعل ماضی مجہول جمع مذکر غائب (اَمَرَ، یَأمُرُ، اَمْرًا) حکم دینا، اِلَّا مگر (اس کا) حرف استثناء، لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ کہ وہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی، (عَبَدَ، يَعْبُدُ، عَبْدًا) عبادت کرنا، عاجزی اختیار کرنا، پوری زندگی اطاعت الٰہی میں گزارنا، احکام الٰہی کا پابند رہنا، مُخْلِصِيْنَ مخلص بن کر، اس کا مفرد مُخْلِصٌ ہے اور اخلاص مصدر ہے، اس کا معنی ہے خالص اللہ ہی کا بندہ بن کر رہنا اور اس کے احکام کی پیروی کرنا، لَهُ (لَ. ہُ) لیے، اس کے، ہٗ کی ضمیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جاتی ہے، الدِّيْنَ دین، یعنی اللہ کی رضا کے لیے، دین اسلام پر قائم و دائم رہیں گے، حُنَفَآءَ اس کا مفرد حنیف ہے، برائی کو چھوڑ کر اچھائی کی طرف آنے والا، غلط راہ سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنے والا، عبادت گزار، مسلمان، وَ يُقِيْمُوا اور قائم کریں (اَقَامَ، يُقِيْمُ، اِقَامَةً)۔ قائم کرنا، اجتماعی طور پر، با جماعت، وقت کی پابندی کے ساتھ خشوع وخضوع کے ساتھ، یہ تمام باتیں قائم کرنے میں آتی ہیں، الصَّلٰوةَ نماز، وَيُؤْتُوا اور دیتے رہیں، الزَّكٰوةَ زکوٰۃ، وَ ذٰلِكَ اور یہی (ہے) دِيْنُ الْقَيِّمَةِ مضبوط دین۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

”یعنی جس دین کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرر ہے ہیں، اس دین کی تعلیم اہل کتاب کو ان کے ہاں آنے والے انبیاء اور ان کے ہاں نازل ہونے والی کتابوں نے دی تھی، اور ان عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ میں سے کسی چیز کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا جنہیں انہوں نے بعد میں اختیار کر کے مختلف مذاہب بنا ڈالے۔ صحیح اور درست دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کی جائے، اس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ کی جائے، ہر طرف سے رخ پھیر کر انسان صرف ایک اللہ کا پرستار اور تابع فرمان بن جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔“ (تفہیم القرآن، ج:٦)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) انسانوں کے راہ راست سے پھسل جانے کی وجہ یا تو خواہشاتِ نفس کی پیروی یا پھر شیاطین کے بہکاوے میں آ جانا رہا ہے، یہ ٹولہ انسانوں اور جنوں میں سے ہوتا ہے جن کی ہر وقت اور ہر لمحہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ نیک راہ چلنے والوں کو نت نئے طریقوں سے بھٹکایا جائے۔ دنیا میں فتنہ وفساد پھیلانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔

۲) ضد اور ہٹ دھرمی، فساد اور سرکشی بھی خواہشاتِ نفسانی کا ہی حصہ ہیں جن سے انسان راہ راست سے دور جا پڑتا ہے۔ اہل کتاب کا حق کو قبول نہ کرنے کا سبب یہی چیز تھی۔

۳) دین حنیف (اسلام) فطرت کی آواز ہے، وہ انسانوں کو توڑتا نہیں جوڑتا ہے، وہ تفریق نہیں اتحاد کی راہ بتاتا ہے۔

۴) دین کی بنیادیں ہمیشہ ایک رہی ہیں...... اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ بندگی، نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ دیتے رہنے میں معاشرتی اور معاشی مسائل کا شافی وکافی حل موجود ہے، نماز معاشرے میں سدھار پیدا کرتی ہے، ایمان کے ساتھ اخلاقی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور نظام زکوٰۃ سے معاشی الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں اور یہی باتیں فلاحی ریاست کی بنیاد بنتی ہیں۔

....

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِیۡنَ فِیۡ نَارِ
جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّةِ(٦) اِنَّ
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِۙ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَیۡرُ
الۡبَرِیَّةِ(٧) جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَآ اَبَدًاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ
رَضُوۡا عَنۡهُؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ(٨)﴾

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے (توحید ورسالت کا) انکار کیا وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں، جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے یہاں ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی رہے گا، وہ اللہ سے راضی رہیں گے، یہ ہے اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا رہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّةِ﴾

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے (توحید ورسالت کا) انکار کیا، وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

اِنَّ یقیناً، جملے کے شروع میں آئے تو بیان میں زور پیدا کرتا ہے، كَفَرُوۡا (جنہوں نے) کفر کیا، انکار کیا، جمع مذکر غائب (كَفَرَ، یَكۡفُرُ، كُفۡرًا) کفر کرنا، انکار کرنا، مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے، وَالۡمُشۡرِكِیۡنَ اور مشرکوں (میں سے) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں دوسروں کو

شریک کرنے والے، فِیۡ نَارِ درمیان آگ کے ہیں، جَهَنَّمَ جہنم (دوزخ) کی، خٰلِدِیۡنَ ہمیشہ رہیں گے، خَالِدٌ، اسم فاعل سے خالِدُون اور حالت نصبی میں خَالِدِیۡن، ہمیشہ رہنے والے، فِیۡهَا (فِیۡ.هَا) میں۔اس، یعنی اس میں، ''ھا'' کی ضمیر جہنم کی طرف جاتی ہے، اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ جمع مذکر وہ لوگ، هُمۡ وہی، اسم ضمیر جمع مذکر غائب، اُولٰٓئِکَ کے بعد هُمۡ لانے سے جملے میں مزید زور پیدا ہوا یعنی کچھ شک نہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں، شَرُّ الۡبَرِیَّةِ بدترین مخلوق ہیں۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

''یہ ایک قطعی حکم ہے جس میں بحث وجدال کی کوئی گنجائش نہیں، اگر ان کفار کے کچھ اعمال، آداب اور زندگی کے طور وطریق بظاہر صالح ہوں، تب بھی ان کی کوئی قیمت نہیں ہے اگر وہ آخری رسالت اور آخری رسول پر ایمان کا نتیجہ وثمرہ نہیں ہیں، نیکی کے کسی بڑے سے بڑے مظہر کی وجہ سے، جس کا اس صحیح اور محکم نظامِ الٰہی سے تعلق نہ ہو (بے قیمت ہو جاتا ہے) اور اس حکم میں شک نہیں کیا جاسکتا۔'' (فی ظلال القرآن)

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ﴾

اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔

اِنَّ بلاشبہ، یقیناً، الَّذِیۡنَ جو لوگ، اسم موصول، اٰمَنُوۡا وہ ایمان لائے، فعل ماضی جمع مذکر غائب (اٰمَنَ، یُؤۡمِنُ، اِیۡمَانًا) ایمان لانا، وَ عَمِلُوۡا اور انہوں نے عمل کیے، فعل ماضی جمع مذکر غائب (عَمِلَ، یَعۡمَلُ، عَمَلًا) عمل کرنا، الصّٰلِحٰتِ نیک، اچھے، اس کا مفرد الصَّالِحَةُ ہے، اُولٰٓئِکَ یہی لوگ، اسم اشارہ، هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ وہ بہترین مخلوق ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''یہ اللہ کے ان بندوں کا بیان ہے جو کبر وغرور کی آلائش سے پاک رہے اس وجہ سے ان کے اندر حق کا احترام باقی رہا، انہوں نے جب رسول ﷺ کی دعوت سنی تو اس طرح کا کوئی مطالبہ نہیں کیا، جس طرح کا مطالبہ مغروروں نے کیا بلکہ وہ اللہ کی کتاب پر ایمان لائے اور عمل صالح کی راہ پر چل پڑے، فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو بہترین خلائق ہیں، اس لیے کہ انسان کی قدر و قیمت مال واسباب اور خاندان ونسب سے

نہیں بلکہ اس کے عقلی واخلاقی اوصاف سے ہے، جن کے اندر یہ اوصاف موجود ہیں، اللہ کے نزدیک وہی اشراف وسادات ہیں اگرچہ وہ روم یا حبش کے غلام ہوں اور جو اِن اوصاف سے محروم ہیں وہ اللہ کے نزدیک ارذل خلائق ہیں، اگرچہ وہ قریشی وہاشمی، سادات ہوں۔ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے قریش کے لیڈروں کی وہ پھبتیاں ذہن میں تازہ کر لیجیے جو وہ ان غریب مسلمانوں پر چست کرتے تھے جو شروع شروع میں اسلام لائے تھے، ان کی طرف سے اس توہین وتذلیل کے بعد ربّ السّمٰوٰتِ والارض کی طرف سے ان کی اس سرفرازی سے کون اندازہ کر سکتا ہے کہ ان کے سَر کتنے اونچے ہوں گے!

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور جیسا کہ ''سورۂ تین'' میں ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بہترین ساخت اور نہایت اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر یہ اپنی قدر پہچان لے تو یہ ''خیر البریۃ'' ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کوئی اس کے برابر کا نہیں اور اگر یہ اپنی حقیقی قدر و قیمت سے بے خبر رہ کر زندگی گزارے تو یہ ''شرُّ البَرِیّۃ'' اور ''ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ'' کا بالکل صحیح مصداق ہے، پھر یہ اتنی پستی میں گرتا ہے جو صرف اسی کے لیے خاص ہے، اللہ کی کوئی اور مخلوق اس پستی تک نہیں گرتی جس طرح انسان کے عروج کی کوئی حد نہیں ہے اس طرح اس کے زوال کی بھی کوئی حد نہایت نہیں ہے، بڑی ہی اعلیٰ بات کہی ہے ان حکماء نے جنہوں نے کہا ہے کہ: ''اے انسان، تو اپنے آپ کو پہچان!'' (تدبر قرآن، ج:۸)

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًاؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾

ان کا صلہ ان کے رب کے یہاں ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی رہے گا، وہ اللہ سے راضی رہیں گے، یہ ہے اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا رہے۔

جَزَآؤُهُمْ (جَزَآؤُ. هُمْ) صلہ۔ ان کا، جزا، صلہ، بدلہ، انعام، اردو زبان میں جانا پہچانا لفظ ہے، هُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب ان اہل ایمان کی طرف جاتی ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اعمال صالحہ سے

آراستہ کیا، عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ان کے رب کے پاس، عِنۡدَ، پاس، ظرف مکان هِمۡ کی ضمیر اہل ایمان کی طرف جاتی ہے، جَنّٰتُ باغات، اس کا مفرد جَنَّةٌ ہے، عَدۡنٍ ہمیشہ کے، تَجۡرِیۡ (کہ) بہتی ہیں، فعل مضارع واحد مؤنث غائب (جَرَیَ، یَجۡرِی، جَرۡیَانًا) بہنا، (دریا، نہر کا)، مِنۡ تَحۡتِهَا ان کے نیچے (سے) ''ھا'' کی ضمیر واحد مؤنث غائب جنّٰت (باغات) کی طرف جاتی ہے، الۡاَنۡهٰرُ نہریں، اس کا مفرد نَهۡرٌ ہے، خٰلِدِیۡنَ ہمیشہ رہیں گے، اسم فاعل ہے، خَالِدٌ کی جمع خَالِدُوۡنَ ہے اور حالتِ نصبی خَالِدِیۡن آیا ہے، فِیۡهَآ (فِیۡ.هَآ) میں۔ان، (باغات) یعنی ان باغات میں، ''ھا'' ضمیر واحد مونث غائب جنت کے باغات کی طرف جاتی ہے، اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ (کے لیے)، رَضِیَ راضی ہوا، فعل ماضی واحد مذکر غائب (رَضِیَ، یَرۡضٰی، رِضًا) راضی ہونا، خوش ہونا، رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ راضی ہوا، اللہ تعالیٰ ان سے، هُمۡ کی ضمیر اہل ایمان کی طرف جاتی ہے، وَ رَضُوۡا اور وہ بھی راضی ہوئے فعل ماضی جمع مذکر غائب یعنی اہل ایمان، عَنۡهُ (عَنۡ.هُ) اس۔سے ''هُ'' کی ضمیر واحد مذکر، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جاتی ہے، ذٰلِکَ یہ (بات ہے) لِمَنۡ (لِ.مَنۡ) لیے، اس کے (جو)، خَشِیَ ڈرتا (ہے)، رَبَّهٗ (رَبَّ.هٗ) رب۔اپنے (سے) 'ہ' کی ضمیر واحد مذکر غائب متقی شخص کی طرف جاتی ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

یہ اللہ کے ان بندوں کا صلہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ اس دنیا میں ان کے لیے جو آزمائشیں مقدر ہیں، ان سے تو انہیں بہرحال گزرنا ہے لیکن اپنے رب کے پاس ان کے لیے اقامت کے ایسے باغ ہیں جن میں نہریں جاری ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوں گے عدن کے معنی توطن اور اقامت کے ہیں، یہ متقین کے گھر کی تعریف ہے کہ وہ اقامت اور توطّن کے باغ ہوں گے، اللہ کے متقی بندے ان میں محض وقتی سیر وتفریح کے لیے نہیں بلکہ ان میں ہمیشہ رہنے بسنے کے لیے داخل ہوں گے۔

پھر اس جنت میں اللہ بھی ان سے راضی اور وہ بھی اس سے راضی، اللہ ان سے اس وجہ سے راضی کہ انہوں نے بندگی کا حق اس طرح ادا کیا جس طرح ان کو ادا کرنا چاہیے تھا اور جو ان کے رب کے معیار پر پورا اترا اور وہ اللہ سے اس وجہ سے راضی کہ ان کے رب نے نہ صرف وہ وعدے پورے کیے جو اُن سے کیے تھے بلکہ اُن کو وہ کچھ بخشا جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

"ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ" فرمایا کہ یہ مقام ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے، غیب میں رہتے ڈرے۔ مطلب یہ ہے کہ جو احمق سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر ماننا چاہتے ہیں، وہ اسی طرح بھٹکتے رہیں گے، ان کا علاج کوئی نہیں کرسکتا اس دنیا میں انسان کا اصل امتحان یہی ہے کہ وہ اپنی عقل وبصیرت سے کام لے کر ان حقائق پر ایمان لائے جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی ہے، وہ کان اور آنکھیں بند کر کے زندگی نہ گزارے اور نہ اس بات کا منتظر رہے کہ سب کچھ سامنے دکھا دیا جائے تو وہ تب مانے گا۔ جس نے یہ امتحان پاس کرلیا، وہی اس بات کا مستحق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل عظیم سے نوازے، جو اس میں ناکام رہا وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے اور اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل کا کوئی حصہ عطا کرے۔" (تدبر قرآن۔ ج:۸)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) اللہ تعالیٰ کا دین اپنی سیدھی اور سچی تعلیمات کے ساتھ روز روشن کی طرح لوگوں کے سامنے موجود ہوتا ہے، اہل بصیرت کے لیے اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، یہ کوئی پیچیدہ اور سمجھ میں نہ آنے والا فلسفہ نہیں ہے، یہ تو زندگی گزارنے کے نکھرے ہوئے اصول وضوابط ہیں جو عقل وفکر کو اپیل کرتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو اور اس کی ہر چیز کو بنایا ہے، وہی ہر شے کا مالک ہے اسی نے انسان کو اشرف واعلی بنایا ہے اور اسے عقل ودانش کی نعمت سے نوازا ہے جس سے وہ کھرے اور کھوٹے، اچھائی اور برائی میں تمیز کرسکتا ہے، اس کے علاوہ اس کا اپنے بندوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ان میں بعض نیک اور صالح لوگوں کو منتخب فرمایا، اور انہیں وحی کے ذریعہ کتاب وحکمت کی تعلیم سے آراستہ فرمایا، یہ انبیاء علیھم السلام کہلائے ان ابرار وصالحین کی زندگیاں دوسروں کے لیے بہترین نمونہ بنیں۔ سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جنہیں قرآن ایسی عظیم کتاب سے نوازا گیا، اس روشن کتاب اور اسوہ حسنہ کو نسل انسانیت کے

لیے قیامت تک ہدایت کا سروسامان بنادیا گیا۔اب ہر چیز واضح اور روشن ہوگئی، کسی شخص کے لیے حیل وحجت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

۳) اس کے باوجود جو کفر اور شرک کا راستہ اختیار کریں گے ان کی سزا ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی آگ اور ایندھن کا وہ گھر ہے جسے جہنم کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے خالق و مالک سے بغاوت کی ہے اور رب چاہی زندگی کی بجائے من چاہی زندگی گزاری ہے، یہ بدترین مخلوق ہیں۔

۴) اور جو لوگ سوجھ بوجھ سے کام لے کر سیدھے اور سچے راستے کو اپنالیں، احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو جائیں اور اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کو اپنی سعادتمندی خیال کریں، انہیں دنیا میں بھی آسودگی اور سلامتی ملتی ہے اور آخرت میں تو نہ ختم ہونے والی راحت و آرام کی حیات جاوداں کا مژدۂ جانفزا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ایسی ہی زندگی کا مستحق بنادے اور دنیا میں بھی نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کی لازوال زندگی سے بھی نوازے۔آمین

..................o..................